QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com
الأمیر

قرآنی سزاوں کی حکمتیں عصرِ حاضر کے تناظر میں؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

The Philosophy of Qur'anic Punishments in the Contemporary Context: An Analytical Study

Dr. Khalida Farrukh
Ph.D Islamic Studies, Imperial College of Business Studies Lahore, Pakistan.
Email: drkhalidafarrukh@gmail.com

Islam offers a comprehensive code of conduct that governs all aspects of human life, providing guidance through a detailed system of rules and regulations. The Holy Qur'an serves as the foundational curriculum for this ethical framework, established by Allah Almighty, the Supreme Being. All creations are bound to follow His divine commandments, which were exemplified by the life of the Prophet Muhammad ﷺ and faithfully observed by his companions.

Islam is a complete and timeless religion, offering solutions to all human needs and challenges. Its teachings are not confined to a specific era but remain relevant until the Day of Judgment. The Qur'an clearly defines the paths of good and evil and sets boundaries for the welfare of both worldly life and the hereafter. Penalties are prescribed for those who transgress these limits, ensuring social order and justice.

This research explores the benefits of adhering to these divine commandments and the consequences of violating them. The Qur'anic directives are designed to safeguard Islamic society from chaos and prejudice, fostering a balanced and harmonious community.

Keywords: Code of Conduct, Commandments, Boundaries, Penalties, Societal Harmony, Chaos, Prejudice

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor Academic Scientific Journals
اشاریہ اردو جرائد
Eoi Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

تعارف:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے۔ انفرادی زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی کے تمام ادوار کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے لیے اصول وضوابط اور قواعد و قوانین مرتب کرتا ہے۔ قرآن کریم کو اس ضابطہ حیات کا نظام مرتب کرنے کے لیے نصاب تعلیم قرار دیتا ہے۔ اس کائنات میں اقتدار اعلیٰ ذات باری تعالیٰ ہے۔ تمام مخلوقات اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کی پابند ہیں جو ان احکامات سے انحراف کریگا وہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ یہ وہ احکامات ہیں جو صحابہ کرام نے محمد ﷺ کی حیات طیبہ سے مشاہدہ کئے۔

کئے۔

اسلام ایک کامل اور جامع دین ہے۔ اسلام نے معاشرے کو انتشار، دنگا وفساد، افراتفری اور تعصبات سے بچانے کے لیے کچھ حدود و قیود مقرر کی ہیں۔ قرآن پاک میں نیکی اور بدی، خیر اور شر کی راہیں متعین کر دی گئی ہیں۔ ان کے لیے قوانین بنائے ہیں۔ ان قوانین پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا نفع و نقصان بنادیا گیا ہے۔ منحرف ہونے والے نے سخت سزائیں اور وعید سنائی گئی ہے۔ اور صراط مستقیم پر چلنے والے کے لئے دنیاو آخرت میں انعامات رکھے گئے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ارشاد خداوندی ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُم مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ۔الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔(1)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ہم انہیں ضرور جنت کے بالائی محلّات میں جگہ دیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عملِ (صالح) کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر ہی توکّل کرتے رہے۔"

اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو ٹھکراتے ہیں جو ان قوانین پر عمل نہیں کرتے جو رب تعالیٰ نے بنائے ہیں ان کے لیے پرودگار عالم کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُوْلَئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ۔(2)

"اور جو لوگ ہماری آیتوں میں (مخالفانہ) کوشش کرتے ہیں (ہمیں) عاجز کرنے کے گمان میں، وہی لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔"

سزاؤں کے نفاذ میں احادیث مبارکہ

عن ابی ہریرۃ قال ؛ قال رسول اللہ ﷺ(حد یعمل (و فی لفظ؛ یقام) فی الارض خیر لا بل الارض من ان یمطر و اثلا ثین)و فی لفظ ؛(او اربعین صبا حا)۔(3)

"سیدنا ابو ہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک حد جس کو زمین میں نافذ کر دیا جائے وہ اہل زمین کے لیے تیس روز کی بارش سے بہتر ہے۔ ایک روایت میں چالیس روز کی بارش کا ذکر ہے۔"

عن ابن عمر قال ؛ سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ؛ (من حالت شفاعته دون حد من حدود اللہ عزوجل فقد صاد اللہ فی امر ہ ۔(4)

"سید عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کی سفارش اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی حد کے نفاذ میں رکاوٹ بنی اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔"

[1]Al-ʿAnkabūt 29:58-59

[2]Saba’ 34:38

[3]Aḥmad bin Hanbal, Musnad, Ḥadīth No. 9215.

[4]Aḥmad bin Hanbal, Musnad, Ḥadīth No. 5385

قرآن مجید میں جن سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے درج ذیل ہیں۔

1. زنا(بدکاری)
2. قذف(جھوٹی تہمت)
3. سرقہ(چوری)
4. خمر(شراب نوشی)
5. حرابہ(ڈاکہ /راہ زنی)
6. ارتداد(اسلام سے مرتد ہونا)
7. قتل وغارت

1۔زنا

ابن رشد نے زنا کی تعریف اس طرح کی ہے۔

هو علاقة جنسية بين رجل و امراة۔ اجنبية لا يربط بينهما الرباط الشرعي و هو التزوج ۔([5])

"زنا مرد اور اجنبی عورت کے ساتھ جنسی تعلق کا نام ہے۔ان کے درمیان شرعی تعلق یعنی نکاح نہیں ہوتا۔"

زنا کسی بھی معاشرے میں سرطان کی حیثیت رکھتا ہے۔اسلام نے ہمیشہ ہی کسی بھی صورت میں غیر ازدواجی تعلقات کی نفی کی ہے اور اس کے خلاف ہمیشہ سماجی جنگ لڑی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلاً۔([6])

"اور تم زنا(بدکاری) کے قریب بھی مت جانا بیشک یہ بے حیائی کا کام ہے،اور بہت ہی بری راہ ہے۔"

اسلام نے بڑی شدومد کے ساتھ زنا کی ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اس سے ایک تو بچے کا مستقبل غیر محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے حسب و نسب میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ زنا ایک بے حیائی کا کام ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔اس سے رشتوں میں شکستگی اور تعلقات میں تلخی پیدا ہوتی ہے۔

زنا نہ صرف اخلاقیات میں بگاڑ پیدا کرتا ہے بلکہ اس سے شہوت انگیزیوں اور خود لذتیوں کا دروازہ کھلتا ہے اس سے کئی طرح کی جنسی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔بلکہ یہ بیماریاں معاشرے میں بھی پھیلتی ہیں۔غیر اسلامی تہذیبوں میں جنسی بیماریاں عام ہیں۔واحد اسلام ایسا دین ہے جو نکاح کا حکم فرما کر پاکیزہ ازدواجی زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے۔

زنا کے نتائج دوررس ہوتے ہیں۔ناجائز بچے کو کوئی بھی نہیں اپناتا۔وہ سماج میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اس کا مستقبل تاریک ہوتا ہے نہ تو اسے باپ کی شفقت ملتی ہے اور نہ ہی جائیداد کا وارث بنتا ہے بلکہ مسائل کا باعث بنتا ہے۔یہ چیز پھر بغاوت اور سرکشی پر آ

[5] Muhammad Ibn Ahmad Ibn Muhammad Ibn Rushd, Hidāyat al-Mujtahid, 324:2.

[6] Banī Isrā'īl 17:32.

مادہ کرتی ہے۔

اپنی قباحتوں کے باعث قرآن کریم نے نہ صرف اس کے قریب جانے سے منع فرمایا ہے بلکہ جو فعل اس کے ارتکاب پر اکساتے ہیں ان سے بھی دور رہنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ مثلاً زینت کو ظاہر نہ کرنے کا حکم، غض بصر ص کا حکم، مردوں کے اختلاط کو ممنوع قرار دیا۔ زنا بے شمار برائیوں کی جڑ ہے اس لئے اسے آہنی قوت کے ساتھ ضر سے اکھیڑ ناضروری تھا۔ اس لئے قرآن مجید نے اس کے لیے یہ سزا تجویز فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔([7])

"بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائطِ حد کے ساتھ جرمِ زنا کے ثابت ہو جانے پر) سو (سو) کوڑے مارو (جبکہ شادی شدہ مرد و عورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے اور یہ سزائے موت ہے) اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (کے حکم کے اجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو۔ بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرک عورت کے (کسی پاکیزہ عورت سے) نکاح (کرنا پسند) نہیں کرتا اور بدکار عورت سے (بھی) سوائے بدکار مرد یا مشرک کے کوئی (صالح شخص) نکاح (کرنا پسند) نہیں کرتا، اور یہ (فعلِ زنا) مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔"

قرآن مجید نے دونوں زانی مرد اور عورت کے لیے سزا مقرر فرمائی ہے جسے "حد زنا" کہا جاتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے قول و عمل سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ یہ حد شادی شدہ زانی مرد و عورت پر بھی نافذ کی گئی اور غیر شادی شدہ مرتکب پر بھی۔ اس کی سزا رجم (سنگساری) ہے جو کہ قرآن نے خود نافذ کرنیکا حکم دیا ہے۔

ان حدود کے نفاذ سے معاشرے کو بے حیائی، فحاشی، انتشار اور بگاڑ سے پاک کرنا ہے تاکہ لوگ نکاح کی سنت کو اپنا کر پاکیزہ زندگی گزاریں اور نہ صرف دوسری عورتوں کی بلکہ ان کی اپنی بیٹیوں کی زندگیاں اور عزتیں محفوظ رہیں اور کسی کو زبردستی قبیح عمل کرنے کی جسارت نہ ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر فرمائی ہیں ان میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ لوگوں کو عبرت کا نشان بنانا اور آئندہ کسی اور کو ان بداعمال سے روکنا۔

ہمارے معاشرے میں نہ تو کسی کو ایسی عبرت ناک سزا دی جاتی ہے نہ ہی ایسے قبیح اعمال سے لوگوں کو کوئی فرق پڑتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بچیاں اور کم سن بچوں کے ساتھ زیادتی کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔ آج عزتیں بھی محفوظ نہیں زندگیاں بھی محفوظ نہیں۔ اگر ان سزاؤں کا نفاذ ایک پر کر دیا جائے سر عام پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے تو آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو معصوم جانوں کے ساتھ گھناؤنا کام کر کے ان کے مارنے کا۔

---

[7]An-Nūr 24:2-3.

ان تمام اعمال قبیحہ کو انجام دینے والا ایمان کے نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لئے قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ان اعمال سے اجتناب کیا جائے اور سچے اور پکے مسلمان اور مومن بندے بن جائیں تاکہ بروز قیامت آپ ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔

اسلام حسب ونسب کی حفاظت میں حساس ہے اس لئے وہ ہر اس اقدام کی نفی کرتا ہے جو انسانی حسب ونسب کے لیے موجب خطرہ ہو یا اس میں شک پایا جاتا ہو۔ اسلام کا سماجی ڈھانچہ بنیادی وحدت خاندان، کنبہ یا گھر پر مشتمل ہے جو والدین اور ان کی اولاد کے ذریعے تشکیل پاتا ہے۔ حقوق اللہ سے لیکر حقوق العباد تک تمام ضابطہ زندگی احتیاط اور فرائض پر مشتمل ہے۔ جس پر عمل کرنا لازم ملزوم بلکہ ایمان کا حصہ ہے اس سے انحراف دنیا و آخرت کی بربادی ہے۔

چند احادیث مبارکہ جو کہ زنا کی حدود کے نفاذ کے بارے میں بلکہ ان حدود کا نفاذ آپ ﷺ نے خود فرمایا:

حدثني ابو غسان مالك بن عبد الواحد المسمعي، حدثنا معاذ يعني ابن هشام، حدثني ابي، عن يحيى بن ابي كثير، حدثني ابو قلابة، ان ابا المهلب حدثه، عن عمران بن حصين ان امراة من جهينة اتت نبي الله ﷺ وهي حبلى من الزنا، فقالت: يا نبي الله، اصبت حدا فاقمه علي، فدعا نبي الله ﷺ وليها، فقال: احسن إليها فإذا وضعت فائتني بها، ففعل فامر بها نبي الله ﷺ، فشكت عليها ثيابها ثم امر بها، فرجمت ثم صلى عليها، فقال له عمر: تصلي عليها يا نبي الله وقد زنت، فقال: لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من اهل المدينة لوسعتهم، وهل وجدت توبة افضل من ان جادت بنفسها لله تعالى۔([8])

"سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، ایک عورت جہینہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ حاملہ تھی زنا سے اس نے کہا: اے نبی اللہ کے! میں نے حد کا کام کیا ہے تو مجھ کو حد لگائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا" :اس کو اچھی طرح رکھ جب وہ جنے تو میرے پاس لے کر آ۔ "اس نے ایسا ہی کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو حکم دیا اس کے کپڑے مضبوط باندھے گئے تاکہ ستر نہ کھلے)نووی رحمہ اللہ نے کہا: عورت کو بٹھا کر رجم کریں گے اور مرد کو کھڑا کر کے جمہور کا یہی قول ہے۔ اور مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کو بھی بٹھائیں گے اور بعض نے کہا امام کو اختیار ہے۔ (پھر حکم دیا وہ رجم کی گئی بعد اس کے اس پر نماز پڑھی۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اس پر نماز پڑھتے ہیں اس نے تو زنا کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :اس نے توبہ بھی تو کی اور ایسی توبہ کی کہ اگر مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کی جائے تو کافی ہو جائے سب کو اور تو نے اس سے بہتر توبہ کون سی دیکھی کہ اس نے اپنی جان اللہ کے واسطے دے دی۔"

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سراپا رحمت نے خود اپنے دور میں بھی حدود کا نفاذ بہت سختی

[8]Muslim bin Hajjaj al-Qushairi, Al-Sahih, Kitāb al-Ḥudūd, Ḥadīth No. 4433.

سے کیا اور مثالیں قائم کیں۔ بعد میں صحابہ کرام اور خلفائے راشدین بھی اس پر عمل پیرا رہے ہم کیسے ان سے انکار کر سکتے ہیں۔ انکا منکر کافر ہے۔

مگر اسلام تو مساوات کا دین ہے وہ سب کے ساتھ برابری کے سلوک کا حکم دیتا ہے۔ کسی معزز یا کمزور کے لیے الگ الگ سزائیں مقرر نہیں کرتا۔ یہودیوں کے پیشوا جو سزا کے خلاف جاتی اس کو اپنی خواہشات کے مطابق بنالیتے۔ اللہ تعالیٰ نے تورات میں بھی وہی ہدایات بھیجی تھیں جس کو انہوں نے یعنی منافقین نے خود ہی تبدیل کر لیا تھا۔ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود پرودگار عالم نے لیا ہے اس لئے اس میں کوئی بھی تبدیلی لانے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

یہ دنیا آزمائش گاہ ہے اس لئے خالق کائنات کسی ایسے شخص کو جو ضد پر اڑا ہو زبردستی راہ راست پر نہیں ڈالتا اور نہ ہی اسے پاک کرتا ہے۔ یہ پاکیزگی انہیں کو نصیب ہوتی ہے جو حق کی جستجو میں رہتے ہیں اور خلوص دل سے اسے قبول کر لیتے ہیں۔

زنا کرنے والی عورت کی زندگی کو دھبہ لگ جاتا ہے۔ اسے کوئی بھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا نہ ہی کوئی اسے اپنانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ نہ ہی ایسے بچے کو کوئی اپناتا ہے وہ ساری زندگی ذلت اٹھاتا ہے۔ اس لئے اسلام بدکاری اور زنا کو چھوڑ کر پاکیزہ زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے تاکہ معاشرے میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ انسان دنیا اور آخرت میں شرمندگی نہ اٹھائے نہ ہی اس کے کاندھوں پر گناہوں کا بوجھ ہو۔ زنا کا شمار شرک اور قتل کے بعد کبائر میں ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا۔([9])
>
> "اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ (ہی) کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ (ہی) بدکاری کرتے ہیں، اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزائے گناہ پائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔ اس کے بعد ناحق قتل کرنا اور اس کے بعد بڑا گناہ زنا کرنا ہے۔ اس میں تین نقصانات ایسے ہیں جو دنیا میں ہی بھگتنا پڑتے ہیں مثلاً بے آبروئی، عمر کی کمی، رزق کی کمی۔

زانی ذلت اٹھاتا ہے اسکی عزت و توقیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی عمر سے برکت ختم ہو جاتی ہے، اسکی عمر گھٹ جاتی ہے۔ زانی کے رزق سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ آخرت کے نقصانات یہ ہیں کہ اس کا خالق اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ قیامت کے دن سوء حساب تیسرا عذاب جہنم کا مستحق۔

زنا کو حرام قرار دے کر اس کی حدود مقرر کر کے سلام زنا کو مٹانا چاہتا ہے تاکہ حسب و نسب محفوظ رہے۔ نظام تمدن و معاشرت میں اختلال واقع نہ ہو۔ عصمتیں (عزتیں) محفوظ رہیں۔ عورت خود بھی ذلیل نہ ہو اس کی وجہ سے اس کا خاندان بھی ذلت نہ اٹھائے۔ خاندانی نظام میں بگاڑ پیدا نہ ہو۔ زانیہ کے بچے کا وجود جنجال کا باعث ہوتا ہے اس سے بچا جا سکے۔

جنسی امراض سے معاشرے کو محفوظ رکھنا، زانی کی چونکہ روزی میں برکت نہیں رہتی وہ فقر و فاقے میں گرفتار نہ ہو۔ اس کا خاندان

---

[9]Al-Furqān 25:68.

اس کی وجہ سے پیدا ہونے والی تباہیوں سے بچ جائے۔ شریعت اسلامیہ اور قانون دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جرائم کی روک تھام ضروری ہے تا کہ معاشرتی نظام کو چلانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ معاشرے سے اخلاق رذیلہ ختم ہو جائیں اور اخلاق حسنہ کو اپنایا جائے۔

2۔قذف یا بہتان

"قذف" عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں پتھراؤ کرنا اور زور سے پھینکنا۔

اصطلاح میں اس کا معنی دشنام طرازی کے ساتھ کسی کو بدنام کرنا اور افتراپردازی کے ذریعے اس کی شہرت کو داغ دار کرنا ہے۔[10]

قذف کے اصطلاحی معنی

ہو ابہام رجل بری اوا مر اۃ تر یئۃ بالزنا من غیر بر ہان ۔

"قذف کسی بے گناہ مرد یا کسی بے گناہ عورت پر بغیر کسی ثبوت کے بدکاری کا الزام لگانا ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ وَكَانَ اللّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا۔وَمَن يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا۔[11]

"اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو بس وہ اپنی ہی جان پر (اس کا وبال عائد) کر رہا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے تو اس نے یقیناً ایک بہتان اور کھلے گناہ (کے بوجھ) کو اٹھا لیا۔"

کسی ثبوت کے بغیر کسی کو بدنام کرنا کسی کے بارے میں ناشائشتہ گفتگو کرنا اور جھوٹی باتیں بنانا جس سے کسی کی عزت و آبرو کو نقصان پہنچے ،زنا کی طرح حرام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔[12]

"بیشک جو لوگ ان پارسا مومن عورتوں پر جو (برائی کے تصور سے بھی) بے خبر اور ناآشنا ہیں (ایسی) تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت (دونوں جہانوں) میں ملعون ہیں اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔"

إِنَّ الَّذِينَ جَاؤُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ۔[13]

---

[10] Dictionary and Glossary of the Koran, John Penrice B.A (New York, Edition 1970), 116.

[11] An-Nisā' 4:111-112.

[12] An-Nūr 24:23.

[13] An-Nūr 24:11-12.

"بیشک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان لگایا تھا (وہ بھی) تم ہی میں سے ایک جماعت تھی، تم اس (بہتان کے واقعہ) کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر (ہو گیا) ہے ☆ ان میں سے ہر ایک کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا، اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس (بہتان) کو سنا تھا تو مومن مرد اور مومن عورتیں اپنوں کے بارے میں نیک گمان کر لیتے اور (یہ) کہہ دیتے کہ یہ کھلا (جھوٹ پر مبنی) بہتان ہے۔"

یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب ام المومنین حضرت عائشہ پر گھناؤنی تہمت لگائی گئی جسے زبان سے نکالنا بھی کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ مدینہ منورہ میں منافقوں کا ایک گروہ موجود تھا جو زبان سے اسلام تو لے آئے تھے لیکن ان کے دلوں میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے خلاف کینہ بھرا ہوا تھا اور وہ مسلمانوں کو بدنام کرنے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع چھوڑتے نہ تھے۔ اسی زمانہ میں غزوہ بنو المطلق پیش آیا۔ جس میں ام المومنین حضرت عائشہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ واپسی کے سفر میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا تو حضرت عائشہ کا ایک ہار گم گیا۔ وہ اس کی تلاش میں جنگل میں نکل گئیں۔ آنحضرت ﷺ کو اس واقعے کا علم نہیں تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے لشکر روانہ ہونے کا حکم دے دیا اور جب حضرت عائشہ آئیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہانت اور تحمل کا غیر معمولی مقام عطا فرمایا تھا۔ وہ پریشان ہو کر ادھر ادھر جانے کی بجائے وہیں بیٹھ گئیں جہاں سے روانہ ہوئیں تھیں۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ آنحضرت ﷺ کو جب ان کی غیر موجودگی کا احساس ہو گا تو آپ ﷺ ان کی تلاش میں اسی جگہ یا تو خود تشریف لائیں گے یا کسی کو بھیجیں گے۔ قافلوں کا دستور تھا کہ ایک شخص کو قافلے کے بالکل پیچھے اس طرح رکھا جاتا تھا کہ قافلے کی روانگی کے بعد وہ یہ دیکھتا ہوا آئے کہ کوئی چیز گری پڑی تو نہیں رہ گئی۔ اس قافلے میں حضرت صفوان بن معطل اس کام پر مامور تھے جب وہ اس جگہ سے گزرے تو اس سانحے کا علم ہوا۔ انہوں نے اپنا اونٹ ام المومنین کو پیش کیا جس پر سوار ہو کر وہ مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔ منافقین نے بات کا بتنگڑ بنا لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی گئی۔ عبد اللہ بن ابی نے اس تہمت کو اتنی شہرت دی کہ دو تین سادہ لوح مسلمان بھی اس کے فریب میں آ گئے۔ کئی دن تک بے سروپا باتیں لوگوں میں پھیلائی جاتی رہیں۔ بالآخر سورہ النور کی یہ آیات نازل ہوئیں جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ کی مکمل برات ظاہر کرنے کے ساتھ ان لوگوں کو سخت وعیدیں سنائیں جو اس سازش کے کرتا دھرتا تھے۔ اگرچہ یہ واقعہ بڑا تکلیف دہ تھا، اول تو اس لئے کہ اس کے ذریعے وہ لوگ بے نقاب ہو گئے جو خانوادہ نبوت کے خلاف سازشیں کرتے تھے۔ دوسرا حضرت عائشہ کا مقام بلند لوگوں پر ظاہر ہوا، تیسرا اس واقعے سے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی اس پر انہیں بڑا ثواب ہوا۔

عن عائشة؛ لما نزل عذری قا صر رسول الله ﷺ علی المنبر فذکر ذاک و تلا القرآن فلما نزل امر برجلین و امرائة غفر بو حدهم ۔(14)

14 Aḥmad bin Hanbal, Musnad, Ḥadīth No. 24567

"سیدہ عائشہ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں: جب میرا عذر نازل ہوا تو نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ اس چیز کا ذکر کیا، پھر قرآن پاک کی متعلقہ آیات کی تلاوت کی، پھر منبر سے نیچے اترے تو دو مردوں اور ایک عورت پر حد لگانے کا حکم دیا، پس ان پر حد لگا دی گئی۔"

اس واقعے کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پاک عورتیں وہ ہیں کہ ان کے دلوں میں کبھی فضول حرکتوں کا خیال تک نہیں آتا وہ کمینہ خصلت لوگوں کے طور واطوار سے بالکل انجان ہوتی ہیں۔ نیز انہیں یہ خیال کبھی نہیں آتا کہ ان کی عفت پر کوئی اس طرح بھی انگشت نمائی کر سکتا ہے۔

تہمت طرازی خاندانوں کے درمیان بھی تلخیاں پیدا کرتی ہے اور ولدیت کو بھی مشکوک بناتی ہے کیونکہ کسی خاتون کو زنا کی تہمت لگانا نہ صرف اس کی نیک نامی کو دھبہ لگاتی بلکہ اس کے ازدواجی تعلقات کو بھی خراب کرتی ہے۔ تہمت سے پیدا ہونے والی برائی زنا سے پیدا ہونے والی برائی کے برابر ہے۔ اس سے خاندانوں کا ذہنی سکون برباد ہو جاتا ہے اس لئے اس کی سزا بھی سخت سنائی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔([15])

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو تم انہیں (سزائے قذف کے طور پر) اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیں۔ سوائے ان کے جنہوں نے اس (تہمت لگنے) کے بعد توبہ کرلی اور (اپنی) اصلاح کرلی، تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے (ان کا شمار فاسقوں میں نہیں ہوگا مگر اس سے حدِ قذف معاف نہیں ہوگی)۔"

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ. وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ. وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ. وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ۔([16])

"اور جو لوگ اپنی بیویوں پر (بدکاری کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس سوائے اپنی ذات کے کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی بھی ایک شخص کی گواہی یہ ہے کہ (وہ خود) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (الزام لگانے میں) سچا ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور (اسی طرح) یہ بات اس (عورت) سے (بھی) سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر (خود)

---

[15] An-Nūr 24:4-5.

[16] An-Nūr 24:6-9.

گواہی دے کہ وہ (مرد اس تہمت کے لگانے میں) جھوٹا ہے۔اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر
(یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب ہو اگر یہ (مرد اس الزام لگانے میں) سچا ہو۔"

اصطلاح شریعہ میں اس بیان حلفی کا نام "لعان" ہے یہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ بدکاری کے ثبوت کا تو قاعدہ وہی چار گواہوں کی چشم دیدی شہادت ہے لیکن جب شوہر بیوی کے متعلق یہ دعویٰ کرے اور چار چشم دید گواہ پیش نہ کر سکے تو خود اس کی یہ پانچ بار کی حلفی شہادت چار گواہوں کے قائم مقام ہو گی۔ اور بیوی پر حد زنا جاری کر دی جائے گی۔ اسی طرح اگر عورت بھی پانچ بار حلفی شہادت مرد کے جھوٹا ہونے کے بارے میں دے تو حد زنا سے بچ جائیگی۔ البتہ اس مرد کے لیے حرام ہو جائے گی۔ قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرادیگا اور پھر تجدید نکاح بھی نہ ہو سکے گی جب تک دونوں میں سے ایک اپنی خطا کا قائل اور دوسرے کو سچا ماننے والا نہ ہو جائے۔([17])

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا۔([18])
"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ (خطا) کی ہو تو بیشک انہوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (اپنے سر) لے لیا۔"

قرآن مجید میں بہتان طرازی پر حد مقرر کرنے کا مقصد لوگوں کو ایذا رسانی سے بچانے کے لیے ہے۔ وہ لوگ جو بنا تحقیق کئے بنا سوچے سمجھے نیک لوگوں پر الزام لگا دیتے ہیں ان پر زنا کا بہتان باندھ دیتے ہیں ان کو اس سے باز رکھنے کے لیے حد مقرر کی گئی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی بہتان طرازی سے نہ صرف کسی کی ذاتی زندگی متاثر ہوتی ہے بلکہ معاشرتی انتشار بڑھتا ہے۔ لوگوں کی آبرو خاک میں مل جاتی ہے اور ازدواجی تعلقات میں خرابی آنے سے کئی خاندانوں کا سکون برباد ہوتا ہے۔ آجکل ہمارے معاشرے میں یہ برائی عام پائی جاتی ہے۔ کوئی بھی کسی پر بھی اس طرح کی بہتان طرازی کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے سخت وعید سنائی ہے۔ ایسا شخص صریح گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

3۔ سرقہ اور چوری کی سزا

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد ہمام حنفی لکھتے ہیں:

"عاقل بالغ کسی ایسی جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ یا تاویل کے اٹھالے جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو درآنحالیکہ وہ چیز جلدی خراب ہونے والی نہ ہو۔"([19])

قرآن حکیم فرقان حمید میں چوری کی سزا کے متعلق فیصلہ واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

---

[17]Mawlānā ʿAbd al-Mājid Daryābādī, Tafsīr Mājdī, (Karachi: Majlis Nashriyāt al-Qurʾān, 1975), 712:2.

[18]Al-Aḥzāb 33:58.

[19]Kamāl al-Dīn Muḥammad al-Shawkani, Fatḥ al-Qadīr (Maṭbūʿah Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, 1415 AH), 339:5.

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔([20])

"اور چوری کرنے والا (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو اس (جرم) کی پاداش میں جو انہوں نے کمایا ہے۔ (یہ) اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا (ہے)، اور اللہ بڑا غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔"

چوری کی سزا اتنی سخت رکھنے میں حکمت پوشیدہ ہے۔ پروردگار عالم نے ہاتھ کاٹنے کی جو حد مقرر فرمائی ہے تو اس سے مسلمانوں کے اموال کو محفوظ فرمادیا۔ دوسری طرف جرم کی روک تھام میں مدد ملے گی۔

اگر کوئی شخص لوٹ کرلے جائے یا کوئی چیز اچک لے یا پھر غصب کرے تو اس پر تعزیر ہے حد مقرر نہیں ہے اس لئے کہ یہ جرائم چوری کی نسبت معمولی ہیں ان کے خلاف گواہی قائم ہوسکتی ہے اور عدالت کے ذریعے حق با آسانی واپس مل سکتا ہے۔ جبکہ چور چھپ کر مال لے جاتا ہے۔ اس کا کوئی گواہ موجود نہیں ہوتا لہذا گواہی قائم ہونا ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے اس کی سزا سخت رکھی کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے تاکہ کسی اور کو یہ جسارت نہ ہو دوسرے عبرت پکڑیں اور مسلمانوں کے اموال محفوظ رہیں۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں چوری کی سزا اور حد یہ ہے۔

حدثنا عمران بن ميسرة، حدثنا عبد الوارث، حدثنا الحسين، عن يحيى بن ابي كثير، عن محمد بن عبد الرحمن الانصاري، عن عمرة بنت عبد الرحمن حدثته، ان عائشة رضي الله عنها، حدثتهم عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: تقطع اليد في ربع دينار۔([21])

"ہم سے عمران بن میسرہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے عبدالوارث نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے حسین نے بیان کیا، ان سے یحییٰ نے بیان کیا، ان سے محمد بن عبدالرحمٰن انصاری نے بیان کیا، ان سے عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چوتھائی دینار پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔"

حدثني يوسف بن موسى، حدثنا ابو اسامة، قال هشام بن عروة اخبرنا، عن ابيه، عن عائشة رضي الله عنها، قالت: لم تقطع يد سارق على عهد النبي صلى الله عليه وسلم، في ادنى من ثمن المجن ترس، او حجفة، وكان كل واحد منهما ذا ثمن۔([22])

"مجھ سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہشام بن عروہ نے، ہم کو ان کے والد) عروہ بن زبیر (نے خبر دی، انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے، انہوں نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم پر نہیں کاٹا جاتا تھا۔ لکڑی کے چمڑے کی ڈھال ہو یا عام ڈھال، یہ دونوں چیزیں قیمت والی تھیں۔"

4۔ شراب نوشی

مے نوشی کو اسلام نے سخت ممنوع قرار دیا ہے۔ شراب نوشی باہمی جھگڑوں اور شدید دشمنی کا باعث بنتی ہے اور یہ اللہ کی یاد سے بھی غافل کر دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[20]Al-Mā'idah 5:38.

[21]Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, Ḥadīth No. 6791.

[22]Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, Ḥadīth No. 6794.

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبيِّنُ اللّهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ۔([23])

"آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں، فرما دیں: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ (دنیوی) فائدے بھی ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے، اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرما دیں: جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کر دو)، اسی طرح اللہ تمہارے لئے (اپنے) احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَن ذِكْرِ اللّهِ وَعَنِ الصَّلاَةِ فَهَلْ أَنتُم مُّنتَهُونَ۔([24])

"شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم (ان شر انگیز باتوں سے) باز آؤ گے۔"

شراب نوشی عام برائیوں کا پیش خیمہ ہے شراب پی کر نشے میں دھت انسان زنا، بہتان، چوری، لڑائی جھگڑا، جھوٹ جیسے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ نشہ اس کی عقل کو مختل کر دیتا ہے اور وہ گالم گلوچ کرتا ہے کسی کی عزت نہیں کرتا، حرام کاری کرتا ہے، قتل وغارت گری تک نوبت آجاتی ہے، ہر عبادت سے غافل ہو جاتا ہے اس لئے اس کو کبیر کہا گیا ہے۔

حدثنا سليمان بن حرب، حدثنا وهيب بن خالد، عن ايوب، عن عبد الله بن ابي مليكة، عن عقبة بن الحارث "ان النبي صلى الله عليه وسلم، اتي بنعيمان او بابن نعيمان وهو سكران، فشق عليه، وامر من في البيت ان يضربوه، فضربوه بالجريد والنعال، وكنت فيمن ضربه۔([25])

"ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا، کہا ہم سے وہیب بن خالد نے بیان کیا، ان سے ایوب نے، ان سے عبداللہ بن ابی ملکہ نے اور ان سے عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نعیمان یا ابن نعیمان کو لایا گیا، وہ نشہ میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ناگوار گزرا اور آپ نے گھر میں موجود لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں ماریں۔ چنانچہ لوگوں نے انہیں لکڑی اور جوتوں سے مارا اور میں بھی ان لوگوں میں تھا جنہوں نے اسے مارا تھا۔"

ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شراب پینے پر چھڑی اور جوتوں سے مارا تھا اور ابو بکر چالیس کوڑے لگواتے تھے۔

حدثنا مكي بن ابراهيم، عن الجعيد، عن يزيد بن خصيفة، عن السائب بن يزيد، قال:" كنا نؤتى بالشارب على عهد رسول الله ﷺ، وإمرة ابي بكر، وصدرا من خلافة عمر، فنقوم إليه

[23]Al-Baqarah 2:219.

[24]Al-Mā'idah 5:91

[25]Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, Ḥadīth No. 6775.

بايدينا، ونعالنا، وارديتنا حتى كان آخر إمرة عمر، فجلد اربعين حتى إذا عتوا وفسقوا جلد ثمانين۔([26])

"ہم سے مکی بن ابراہیم نے بیان کیا، ان سے جعید نے، ان سے یزید بن خصیفہ نے، ان سے سائب بن یزید نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں شراب پینے والا ہمارے پاس لایا جاتا تو ہم اپنے ہاتھ، جوتے اور چادریں لے کر کھڑے ہو جاتے)اور اسے مارتے (آخر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دور خلافت میں شراب پینے والوں کو چالیس کوڑے مارے اور جب ان لوگوں نے مزید سرکشی کی اور فسق و فجور کیا تو (80)اسی کوڑے مارے۔"

شراب پینے والا نہ صرف دوسروں کے لیے وبال ہے بلکہ خود بھی وہ بہت سی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ الکوحل انسان کے نظام انہضام پر بہت برا اثر ڈالتی ہے۔ شراب پینے والا طرح طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہ بیماریاں ذہنی، جسمانی اور سماجی ہر طرح کی ہو سکتی ہیں۔ یہاں تک کہ موت سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

اس لئے اس سے ممانعت کا حکم نازل ہوا اور اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔

جب شراب کی ممانعت کا حکم نازل ہوا تو گرم جوش صحابہ مسلمان اپنے گھروں میں گئے اور شراب کے تمام برتنوں کو خالی کر دیا اور بہت سی صورتوں میں شراب کے برتنوں کو توڑ دیا اور وہ تاجر مسلمان جو ملک شام سے شراب خرید کر لائے تھے اس واقعہ کے بعد اپنی کما ئیوں کو بہانے پر مجبور ہو گئے۔ نہ ہی ان یتیموں کو نرم رویہ دیا گیا جن کے اثاثے کو ان کے سرپرستوں نے شراب میں لگا دیا تھا۔ یہ مما نعت شراب سے تیار کردہ سرکہ تک کو شامل تھی اور اس تصور کو یہ تاکیدی انکار دیا گیا کہ شراب میں کوئی طبی قدر ہے۔([27])

الکوحل کے استعمال نے جتنا نقصان نوع انسان کو پہنچایا ہے اس سے زیادہ کسی اور چیز نے نہیں پہنچایا۔ اگر ہسپتالوں میں مریضوں کی شماریا ت کو عالمی سطح پر اکٹھا کیا جائے جو الکوحل کی وجہ سے ذہن کی ہیجانی پر آشوب کیفیت، اعصابی خلل اور انہضامی بیماریوں کا شکار ہیں اور ان میں خود کشیوں، قتل وغارت، دیوالیہ پن، اثاثوں کی فروخت اور الکوحل کے استعمال کی وجہ سے شکستہ گھروں کی شماریات کو بھی ملا لیا جائے تو انکی تعداد اس قدر حیرت انگیز ہو گی جس کے مقابلے میں مے نوشی کے خلاف تمام ترغیبات اور تبلیغ بہت ہی کم معلوم ہو گی۔ ([28])

الکوحل ازم اور جرم کا باہمی قریبی تعلق مشہور زمانہ ہے۔ مختلف مقامات کی شماریات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پچیس سے پچاسی فیصد مجرم مے خور اور نشہ خور ہوتے ہیں۔([29])

حد درجہ مے نوشی اور اخلاقی ضابطوں اور ریاستی قوانین کو توڑنے کے مابین قریبی تعلق کی بابت مستند شہادتیں موجود ہیں۔ یہ اعلیٰ دماغی

[26] Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, Ḥadīth No. 6779

[27] D. S. Margoliouth, Muhammad and the Rise of Islam, 283.

[28] Yūsuf al-Qaraḍāwī, Al-Ḥalāl wa al-Ḥarām fī al-Islām, 70.

[29] The Jewish Encyclopedia, 233:1.

اور اخلاقی صلاحیتوں کے مفلوج ہونے کا براہ راست نتیجہ ہے جس کا بالآخر انجام سفلی جذبات کو کھلی چھٹی دے دیتا ہے۔([30])
شراب کی حرمت اور حدود کا نافذ ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان کی دماغی صلاحیتیں مفلوج ہو جاتی ہیں۔ اسے اچھے یا برے کی تمیز نہیں رہتی۔
اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کے مفلوج ہو جانے کے نتیجہ میں انسان درندگی کے مقام تک گر جاتا ہے۔ فخر الدین رازی اور علامہ آلوسی کا بیان ہے کہ ابن ابی الدنیا کا گزر ایک نشہ خور کے پاس سے ہوا جو پیشاب کر نیکی حالت میں اپنے پیشاب سے وضو کر رہا تھا اور (معاذ اللہ) یہ الفاظ کہہ رہا تھا: تمام تعریف اس اللہ کے لیے جس نے اسلام کو نور اور آسمان کو صاف وشفاف بنایا۔" تو حدیث نبوی ﷺ کہ شراب تمام خبائث کی جڑ ہے کی صدقات اس سے معلوم ہو گئی۔
اسلام کا پکا دشمن آکسفورڈ کا ڈی-ایس-مار گولیتھ یہ بات ماننے پر مجبور ہے کہ ملک عرب میں مے نوشی کی عادت راسخہ کی منسوخی پیغمبر علیہ السلام کی انتہائی محترم اور باشرف اصلاح تھی۔([31])
لہذا شراب بنانے والا، بیچنے والا، خریدنے والا، پینے والا سب سزا کے مستحق ہیں۔ اسلامی ریاست میں یہ کاروبار ممنوع اور جرم ہے۔ ایک شراب کے نہ ہونے سے بہت سی سماجی، اخلاقی اور جسمانی بیماریاں مٹ جاتی ہیں۔ اس کے منفی اثرات درج ذیل ہیں جن کی وجہ سے اس پر سزا مقرر کی گئی ہے۔ افراد معاشرہ کے مابین کبھی نہ ختم ہونیوالا جھگڑا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ سماج سے الگ تھلگ بے لگاؤ افراد پیدا کرتا ہے جو تمام سماجی ڈھانچے کو ہلا کے رکھ دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے طلاقیں ہو جاتی ہیں اور عائلی نظام برباد ہو جاتا ہے۔ یہ سماج کی جڑوں کو کمزور کر دیتی ہے۔ قرآن حکیم نے اس لئے اس سے دور رہنے اور اس کا شکار ہونے والے کو سزا سنائی ہے۔

5۔ حرابہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُواْ أَوْ يُصَلَّبُواْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلاَفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ الأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔([32])

"بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیئے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔"

ڈاکو کی سزا چور سے زیادہ رکھی گئی ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ مگر ڈاکو کو قتل اور سولی کی سزا مقرر ہے۔ کیونکہ ڈاکو بہت جرأت مندی اور دلیری سے آتا ہے۔ اس کی وجہ سے ضعیف لوگوں کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ ذہنی دباؤ سے عورتوں کا حمل کر سکتا ہے۔ کسی کو دل کا

---

[30] ʿAllāmah Ghulām Rasūl Saʿīdī, Maqālāt Saʿīdī, 529.

[31] Encyclopedia Britannica, 407:17.

[32] Al-Māʾidah 5:33.

عارضہ ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ گھر کے مریض لوگوں کے دل حرکت بند ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات گھر میں موجود عورتیں ذہنی دباؤ سے بے ہوش ہو جاتی ہیں۔ ڈاکو کو کسی کی عزت، جان ومال کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ اس میں درندگی غالب ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی سزا بھی سخت رکھی گئی ہے۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ڈاکو کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب کاٹ دیئے جائیں۔ یہ حکم نہیں ہوا کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے جائز کام کرنے سے عاجز نہ ہوں اور توبہ کر کے عبادت کر سکے نہ ہی یہ کہ اسے قتل ہی کر دیا جائے۔ بلکہ اگر وہ تائب نہ ہو اور باز نہ آئے بار بار ایسا کرے تو قتل کی سزا ہے یا قید وبند، مثلاً اگر وہ مال بھی لے لیتا ہے اور قتل بھی کر دیتا ہے تو وہ جرم نہیں جرائم کا مرتکب ہو گیا۔ اس نے خوف بھی طاری کیا۔ مال بھی لیا اور قتل بھی کر دیا۔ گویا وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور اسلامی قوانین کی بے حرمتی بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے کسی کو قتل کیا ہو۔ مگر مال لوٹنے کی نوبت نہ آئی تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ مگر یہ قتل کرنا حد شرعی کے طور پر ہو گا۔ قصاص کے طور پر نہیں جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر مقتول کے وارث معاف بھی کرنا چاہئیں تو انکی معافی نہیں ہو گی۔ اور اگر ڈاکوؤں نے کسی کو قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو انہیں سولی پر لٹکا کر ہلاک کیا جائے گا۔ اور اگر مال لوٹا ہو اور کسی کو قتل نہ کیا ہو تو انکا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائیگا۔ اور اگر انہوں نے لوگوں کو صرف ڈرایا ہو دھمکایا ہو، نہ مال لوٹنے کی نوبت آئی ہو نہ کسی کو قتل کرنیکی تو چوتھی سزا دی جائے گی یعنی زمین سے دور کرنے کی، قید خانے میں بند کر دیا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے۔ جلاوطنی سے دوبارہ اس کے فساد پر اتر آنے کا خطرہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے قید خانہ کی طرف منسوب ان سزاؤں کا مقصد مجرم کو آئندہ جرائم سے باز رکھنا، لوگوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کو محفوظ رکھنا ہے تاکہ معاشرے میں دنگا وفساد اور بدامنی کا خاتمہ ہو اور لوگ بغیر کسی ذہنی دباؤ کے زندگی کی گاڑی چلاتے رہیں۔ اور مجرم کے لیے سزاؤں کا انعقاد کر کے ان کو دوسرے لوگوں کے لئے عبرت ناک بنانا بھی مقصود ہے۔ تاکہ کسی اور کے دل میں اگر ایسی کوئی گھناؤنی خواہش پل رہی ہو تو وہ عبرت حاصل کر کے باز رہے۔ اور جس نے یہ جرأت کر لی یہ جرم کر لیا وہ بھی آئندہ اس سے رک جائے اور تائب ہو جائے۔ محض خوف خدا دلانے سے لوگ باز نہیں آتے۔ مجرموں کو سزا دے کر ہی روکا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔([33])

"مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کر لی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات بخشش کا سامان پیدا کرتی ہے وہ غفور ورحیم ہے۔ وہ چاہے تو بخش سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ آئندہ ایسا کرنے سے باز رہے۔

---

[33] Al-Mā'idah 5:34.

6۔ارتداد

مرتد وہ شخص ہے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىَ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلَـئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔([34])

"اور (یہ کافر) تم سے ہمیشہ جنگ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر (وہ اتنی) طاقت پا سکیں،اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے دنیا و آخرت میں (سب) اعمال برباد ہو جائیں گے،اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

مرتد کی تعریف تبیان القرآن میں

جو مسلمان صاحب عقل ہو،مکلف ہو اور بغیر نیند اور نشہ کے دین اسلام سے منحرف ہو کر کوئی اور دین قبول کر لے وہ مرتد ہے۔علاوہ ازیں کہ اس کا کفر کو اختیار کرنا قولا ہو یا فعلا اور تمام ازیں کہ اس کا قول سنجیدگی سے ہو یا عناد ہو۔([35]) جس شخص نے جان بوجھ کر دین اسلام چھوڑا اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہے۔دنیا میں اس کی سزا یہ ہے کہ اس سے جنگ کی جائے تا کہ وہ اپنے دین کی طرف پلٹ آئے۔علامہ شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں:

"جب کوئی مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام پیش کیا جائے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو فبہا ورنہ اس کو اسی جگہ قتل کر دیا جائے البتہ اگر وہ مہلت طلب کرے تو اس کو تین دن کی مہلت دی جا ئے۔حضرت علی،ابن مسعود،حضرت معاذ سے مروی ہے کہ مرتد کو قتل کرنا واجب ہے۔"([36])

حدیث مبارکہ ہے:

يقول رسول الله ﷺ من بدل دينه فاقتلوه۔([37])

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کو قتل کر دو۔"

مرتد کی سزا بہت سخت ہے اگر وہ مرتد ہونے کے بعد پھر دین اسلام کی طرف جلد واپس لوٹ آئے تو اللہ تعالیٰ کی ذات غفور ور حیم ہے ۔اگر مرتد دین کی طرف واپس نہیں لوٹتا تو اس وقت تک اس سے جنگ ہے جب تک وہ راہ راست پر نہ آ جائے ورنہ اسے قتل کر دیا جا ئے گا۔

---

[34]Al-Baqarah 2:217.

[35]Ghulām Rasūl Saʿīdī, Tibyān al-Qurʾān, 1.

[36]ʿAllāmah Shams ad-Dīn as-Sarakhsī, Al-Mabsūṭ (Maṭbūʿah Dār al-Maʿrifah, Beirut, 1398 AH), 98:1

[37]Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, (Karachi, Maṭbūʿah Nūr Muḥammad Aṣḥ al-Maṭābiʿ, 1381 AH), 423:1.

حضرت زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنا دین تبدیل کرے اس کی گردن اڑادو۔([38])

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلاً۔([39])

"بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز (یہ ارادہ فرمانے والا) نہیں کہ انہیں بخش دے اور نہ (یہ کہ) انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔"

مرتد کے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُواْ الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔([40])

"جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے (ان سے کہا جائے گا:) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب (کا مزہ) چکھ لو۔"

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

حدثنا عمرو بن عون، اخبرنا ابو معاوية، عن الاعمش، عن عبد الله بن مرة، عن مسروق، عن عبد الله، قال: قال رسول الله ﷺ:" لا يحل دم رجل مسلم يشهد ان لا إله إلا الله واني رسول الله إلا بإحدى ثلاث: الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة۔([41])

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :کسی مسلمان آدمی کا جو صرف اللہ کے معبود ہونے، اور میرے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہو خون حلال نہیں، سوائے تین صورتوں کے: یا تو وہ شادی شدہ زانی ہو، یا اس نے کسی کا قتل کیا ہو تو اس کو اس کے بدلہ قتل کیا جائے گا، یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہو۔"

7۔ قتل وغارت

انسانی زندگی مقدس اور واجب احترام ہے جس کو محفوظ رکھنے کی ہر کوشش کی جائے گی۔ بالخصوص کسی کو بھی ضرب یا موت کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا سوائے یہ کہ عدالت ایسا کرنے کا حکم دے۔

---

[38] Imām Mālik, Muwaṭṭa', 641.

[39] An-Nisā' 4:137.

[40] Āl 'Imrān 3:106.

[41] Sulaymān ibn al-Ash'ath ibn Isḥāq al-Azdī al-Sijistānī, Al-Sunan, Ḥadīth No. 4352.

دوران زندگی اور بعد از موت بھی انسان کو جسم واجب الاحترام ہو گا۔ اہل ایمان کا فریضہ ہے کہ متوفی کی نعش کا بھی احترام کریں۔ اسلامی قانون کے نزدیک زندہ رہنے کا حق واجب الاحترام تقدس کا درجہ رکھتا ہے اس لئے کسی شخص کی زندگی کو خطرے میں ڈال دینے والا تشدد تمام قوم بلکہ خود انسانیت کے لئے خطرہ تصور کیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا۔([42])

"جس نے کسی شخص کو بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد (پھیلانے یعنی خونریزی اور ڈاکہ زنی وغیرہ کی سزا) کے (بغیر ناحق) قتل کر دیا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا۔"

حدیث نبوی ﷺ ہے:

حدثنا علي، حدثنا إسحاق بن سعيد بن عمرو بن سعيد بن العاص، عن ابيه، عن ابن عمر رضي الله عنهما، قال: قال رسول الله ﷺ:" لن يزال المؤمن في فسحة من دينه، ما لم يصب دما حراما۔([43])

"ہم سے علی بن جعد نے بیان کیا، کہا ہم سے اسحاق بن سعید بن عمرو بن سعد بن العاص رضی اللہ عنہما نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے اور ان سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے)اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے (جب تک ناحق خون نہ کرے جہاں ناحق کیا تو مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔"

ارشاباری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالأُنثَى بِالأُنثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَاْ أُولِي الأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔([44])

"اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کئے جائیں، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، پھر اگر اس کو (یعنی قاتل کو) اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ (یعنی قصاص) معاف کر دیا جائے تو چاہئے کہ بھلے دستور کے موافق پیروی کی جائے اور (خون بہا کو) اچھے طریقے سے اس (مقتول کے وارث) تک پہنچا دیا جائے، یہ تمہارے رب کی طرف سے رعایت اور مہربانی ہے، پس جو کوئی اس کے بعد زیادتی کرے تو

[42]Al-Mā'idah 5:32.

[43]Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, Ḥadīth No. 6862.

[44]Al-Baqarah 2:178-179.

اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔اور تمہارے لئے قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں ہی زندگی (کی ضمانت) ہے اے عقلمند لوگو! تاکہ تم (خوں ریزی اور بربادی سے) بچو۔"

حضور نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے قصاص کا نفاذ کیسے فرمایا:

حدثنا حجاج بن منهال، حدثنا همام، عن قتادة، عن انس بن مالك ﷺ، ان يهوديا رض راس جارية بين حجرين، فقيل لها: من فعل بك هذا؟ افلان او فلان؟ حتى سمي اليهودي، فاتي به النبي ﷺ:" فلم يزل به حتى اقر به، فرض راسه بالحجارة۔([45])

ہم سے حجاج بن منہال نے بیان کیا، کہا ہم سے ہمام بن یحییٰ نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے اور ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا پھر اس لڑکی سے پوچھا گیا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ فلاں نے، فلاں نے؟ آخر جب اس یہودی کا نام لیا گیا) تو لڑکی نے سر کے اشارہ سے ہاں کہا (پھر یہودی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں لایا گیا اور اس سے پوچھ گچھ کی جاتی رہی یہاں تک کہ اس نے جرم کا اقرار کر لیا چنانچہ کا سر بھی پتھروں سے کچلا گیا۔

کسی کو ناحق قتل کرنے یا چوٹ پہنچانے پر ویسا ہی اس کا بدلہ ہے اس طرح کسی پر زیادتی بھی نہیں ہو گی اور مزید دنگا وفساد پیدا ہونے سے بچا جائے گا۔

سزاؤں کے نفاذ میں حکمتیں

i. گناہوں سے پاک زندگی

حد کے نفاذ کے بعد اگر انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرلے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلے تو قرآن کا فیصلہ ہے کہ وہ آخرت میں جوابدہ نہ ہو گا اور دنیا میں بھی پاکیزہ زندگی گزارے گا۔

إِلاَّ الَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔([46])

"مگر جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کرلی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔"

یہ ان لوگوں کے لئے حکم ہے جو راہ راست پر چل پڑتے ہیں۔ سچی توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ ان سے راضی ہو جاتا ہے مگر وہ شخص جو گناہوں میں ملوث رہے دوسروں کو بھی ایذا پہنچاتا رہے اور خود بھی تکلیف اٹھاتے رہے، اس کی تکلیفیں دنیاوی زندگی میں بڑھ جائیں گی اور اخروی زندگی میں سخت سزا پائے گا۔ان کے لیے باری تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔([47])

---

[45]Muhammad bin Ismail Al-Bukhārī, Al-Jamei Al-Sahih, Ḥadīth No. 6876.

[46]Al-Māʾidah 5:34.

[47]Al-Māʾidah 5:33.

"یہ (تو) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَبَشِّرِ الَّذِين آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُواْ هَـذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُواْ بِهِ مُتَشَابِهاً وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔[48]

"اور (اے حبیب!) آپ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جب انہیں ان باغات میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو (اس کی ظاہری صورت دیکھ کر) کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (دنیا میں) پہلے دیا گیا تھا، حالانکہ انہیں (صورت میں) ملتے جلتے پھل دیئے گئے ہوں گے، ان کے لئے جنت میں پاکیزہ بیویاں (بھی) ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔"

اسلام ایک جامع دین ہے جو شخص اسلامی شریعت کے مطابق زندگی گزارے گا وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا لطف اٹھائے گا۔ جہاں قرآن پاک انسان کو گناہوں پر سخت وعید سناتا ہے ان کے لیے حدود مقرر کرتا ہے وہیں نیک لوگوں کے لیے بے شمار نعمتوں کی خوشخبری بھی سناتا ہے۔ انسان کی اپنی صوابدید پر ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چل کر ان نعمتوں کو پالے یا پھر بھٹک جائے گمراہ ہو جائے اور جہنم کو اپنا مستقل ٹھکانہ بنالے۔

ii. جرائم کا خاتمہ

سزا اگر جرم چھڑانے کا سبب نہ بنے تو ایسی سزا کا فائدہ نہ ہو گا۔ حق تعالیٰ نے یہ قانون خود عطا فرمایا ہے۔

جزاء سئية سيئة مثلها ۔

"ہر برائی کی سزا اسی کے مثل برائی یعنی سخت ہوتی ہے۔"

جس نوعیت کا جرم ہو گا اسی نوعیت کی سزا دی جائے گی۔ گالی دینے والے کو قتل نہیں کر دیا جائے گا کیونکہ یہ شدید قسم کا ظلم ہو گا۔ یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ سزا اگر جرم چھڑانے کا سبب نہ بنی تو بھی فائدہ نہ ہو گا۔ یعنی سزا اگر جرم کی اہمیت سے کم درجہ ہو گی تو کبھی بھی جرائم کی روک تھام نہ ہو سکے گی۔ اور جرم کا خاتمہ بالکل نہ ہو سکے گا نہ تو ضرورت سے زیادہ سزا عائد کی جائے نہ جرم سے کم سزا مقرر کی جائے۔ سنگین جرم ہو گا تو سنگین سزا بھی ہونی چاہئے۔ کیونکہ سزا کا مقصد جرم کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ ایسی سزا قوم کو تباہی کی طرف لے جائیگی جو جرم کے مطابق نہ دی جائے۔ جس طرح جسم کے کسی حصے میں سرطان ہو جائے تو اسے کاٹنا پڑتا ہے۔ اسی طرح معاشرے میں پھیلنے والے سرطان کا بھی خاتمہ ضروری ہوتا ہے۔ ایسا صرف سزاؤں کے صحیح نفاذ میں مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، فرقان حمید کے ذریعے جو حدود مقرر فرمائیں انکا مقصد معاشرے میں جرائم کا خاتمہ ہے۔ اور افراد معاشرہ کو پاکیزہ اور شفاف زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہے۔ لہذا جیسا سنگین جرم ہو گا اتنی ہی سنگین سزا ہو گی۔ حدود کے مقرر کرنے میں کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ اگر سزا جرم یا گناہ کے موافق ہو گی تبھی تو جرم اور گناہ کو پنپنے کا موقع نہیں ملے گا۔ لہذا ان حدود کا صحیح نفاذ

[48] Al-Baqarah 2:25.

انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ ریاست کے حاکم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان حدود کا نفاذ یقینی بنائے ورنہ وہ روز قیامت اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو گا۔ جرائم کا خاتمہ حدود کے نفاذ میں ہی مضمر ہے ورنہ برائیاں بڑھتی رہیں گی گناہ عام ہو جائے گا۔

iii. معاشرتی امن وسلامتی

ہر انسان کو جان، مال اور عزت بہت عزیز ہوتے ہیں۔ ان کی محبت میں وہ بغاوت، کفر و شرک، سرکشی اور گناہوں کی طرف مائل ہو تا ہے۔ انہی کی خاطر وہ ظلم وجبر، زیادتی، غصہ وغضب، تکبر وغرور، حسد وکینہ اور فتنہ وفساد کا مرتکب ہوتا ہے۔۔
بعض مواقع پر بعض ایسے جذبات کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہوتا ہے مثلا کوئی دشمن آپ کو نقصان پہنچائے تو خاموش تو رہ نہیں جاسکتا۔ لا محالہ کوئی نہ کوئی مذکورہ بالا جذبہ جوش میں ضرور آئے گا۔ ظاہر ہے کہ ظلم تو نہیں سہا جاسکتا۔ ان صفات کو زندگی سے بالکل خارج کر دینا بھی مناسب نہیں بلکہ ان کو اعتدال میں رکھنا ضروری ہے۔ ورنہ اس سے افراد معاشرہ کی زندگیاں خطرے میں پڑ جائیں گی۔ لہذا ان کو قابو رکھنے کے لیے پروردگار عالم نے قرآن مجید میں جابجا انسان کو جہاں اعمال صالحہ کو بجالانے کا حکم صادر فرمایا ہے وہاں جگہ جگہ سزا وَں کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ تاکہ احکامات الٰہیہ پر کاربند ہونے کا سلیقہ سکھایا جائے۔
معاشرہ کا امن اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے کہ حدود اللہ کے مطابق زندگی کو ڈھالا جائے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں جن سزاؤں کا ذکر ہوا ہے وہ معاشرے میں امن وسلامتی قائم رکھنے کے لیے انتہائی ضروری ہیں۔ ورنہ تو انسان اپنی مرضی سے جس کا چاہے حق چھین لے جس پر چاہے ظلم وزیادتی کرے۔ جب انسان کو معاشرے میں رہنا ہے اور تمدن کی فطری خواہش کو بروئے کار لانا ہے تو کچھ حقوق و فرائض بھی لازم آتے ہیں۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم انسان اور جانور سب مخلوق خدا بھی شامل ہیں۔ جو انسان توحید و رسالت پر ایمان لاتا ہے ملائکہ اور کتب آسمانی پر ایمان لاتا ہے وہ تمام احکامات اسلامیہ کا پابند ہے۔
قرآن انسان کو ظلم وزیادتی، جبر و تشدد، بے وجہ مال خوری، دوسروں کی حق تلفی، دھوکہ دہی سے باز رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے بھی سرزد ہونے کا شائبہ ہو وہ اسلام حدود مقرر کر دیتا ہے۔ سود، جوا، دھوکہ، دغا، فریب، وعدہ خلافی، شراب نوشی قرآن میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ قوانین وراثت سے لیکر عائلی زندگی کے تمام اصول اور احکامات رب کائنات نے بیان فرما دیئے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا کہ ان سے روگردانی کرنے والا گھاٹے میں رہے گا۔ دنیا و آخرت کا خسارہ سہے گا۔ حتی الوسع دوسرے انسانوں کو راحت پہنچائیں۔ دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں یہی قرآن کا اسلوب اور یہی قرآن کا مطلوب ہے۔

iv. نیکی کی طرف رغبت

اگر کوئی انسان اپنے جذبات یا طاقت کا غلط استعمال کرتا ہے تو خود کو بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلط راستے پر ہے۔ اس کا ضمیر بار بار اسے فلاح کی طرف دستک دیتا ہے۔ لیکن چونکہ برائی کی دلکشی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے وہ گناہوں والی زندگی کی طرف مائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسا انسان اپنے رب کی خوشنودی کی بجائے اپنے نفس کی تسکین چاہتا ہے۔ آہستہ آہستہ اس کا ضمیر بھی مردہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسے اچھائی اور برائی میں تفریق نظر نہیں آتی۔ وہ اپنے اعمال کے نتائج سے بالکل بے خبر اس گمراہ کن زندگی میں کھویا رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے قرآن مجید کے اندر سخت وعید ہے جو جان بوجھ کر غلط راہیں اختیار کئے ہوئے ہیں۔
گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ اس کا بار بار پرچار اور تکرار انسان کو اسلام کے دائرے سے خارج کر دیتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی احتیاطیں بڑی بڑی نیکیوں کا پیش خیمہ ہوتی ہیں اور بڑی بڑی غلطیاں بے راہ روی کی طرف لے جاتی ہیں۔ حلم و بردباری، سخاوت، ایثار و ہمدردی، عفو و درگزر، کوتاہیوں پر معافی مانگنا، حاجت روائی اور خدمت گزاری جیسی صفات جس شخص نے اپنالیں وہ زار زندگی پا گیا۔

ان مذکورہ بالا اخلاق حسنہ کو اپنا کر انسان نہ صرف دنیا می کامیاب رہتاہے بلکہ آخرت کے ثواب کا بھی حق دار ٹھہر تا ہے۔ دوسری طرف انسان اگر غرور و تکبر، خود پسندی، دوسروں کی تحقیر، ناحق مال کاغضب کرنا کسی پر ظلم وزیادتی یااذیت کامر تکب ہو تا ہے تو وہ گناہوں والی زندگی پر گامزن ہے جس پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ اسلام نے زندگی گزارنے کے زریں اصول مقرر کیئے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان دنیاو آخرت میں کامیاب ہو سکتاہے۔ دوسرے معنوں میں اگر وہ ان اعمال کو سرانجام دیکر جنت کا مستحق ہو جاتا ہے تو اس نے اپنے مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے بر عکس اگر وہ اخلاق رذیلہ میں مبتلا ہے تو قرآن کی سزاؤں کا مستحق ٹھہرے گا۔ قرآن مجید میں جو سزائیں اور حدود اللہ مقرر ہوئی ہیں وہ سب انسان کو گناہوں سے باز رکھنے کے لئے ہیں تاکہ انسان ان گناہوں سے یہ سوچ کر باز رہے کہ اس کی سزا سنگین ہے۔ اگر وہ گناہ کریگا تو سزا بھی جھیلنا پڑے گی۔ اس لئے وہ گناہوں سے بچنے کی حتیٰ الوسع کوشش کر تا ہے اور وہ اطاعت کے راستے پر چلتاہے۔

v. اطاعت وفرمانبرداری

قرآنی سزاؤں میں یہ بھی حکمت پوشیدہ ہے کہ انسان اگر گناہ کی طرف مائل ہو گیا تھا اس سے غلطی سرزد ہو گئی۔ پھر اسے پروردگار نے ہدایت کی طرف موڑا۔ اسے اپنے کئے پر ندامت ہوئی اور وہ لوٹ آیا تو رحمت کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔ وہ فرمانبرداری اور اطاعت کی طرف لوٹ آیا تو اس نے آئندہ کے لیے گناہوں سے توبہ کر لی اس نے قرآن کی تعلیمات کا مفہوم پلے باندھ لیا۔ وہ سرخرو ہو گیا۔

قوانین کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتے ہیں۔ اسلامی معاشرے کے قوانین وہ ہیں جو رب کائنات نے خود مقرر فرمائے ہیں۔ ان قوانین پر عمل کرنے والے کو کوئی سزا نہیں ملتی مگر جو لوگ غفلت برتیں یا بار بار غلطی کا ارتکاب کریں یا گناہ میں ہر وقت مبتلا رہیں ان کے لیے قرآن نے سزائیں دینا سختی سے تاکید فرمائی ہے تاکہ انسان ان قوانین کی خلاف ورزی نہ کرے۔ اگر قوانین کی خلاف ورزی پر سزا نہ دی جائے تو انسان کبھی بھی اطاعت وفرمانبرداری کی طرف نہیں لوٹے گا۔

آجکل قوانین کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں نہیں دی جاتیں اسی لئے جرائم ہیں۔

vi. عبرت کانشان

ہر ذی شعور یہ یقین رکھتاہے اگر جرائم پر سخت سزا ہو گی تو جرم کی روک تھام ممکن ہے۔ ورنہ یہ سلسلہ جرائم برابر جاری رہے گا۔ اگر چور کو چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا ملے تو وہ عبرت کا نشان بن جائے گا۔ بہت سے ایسے لوگ جو ڈاکہ، راہ زنی کے جرائم میں مبتلا ہیں وہ سخت سزاؤں سے ہی باز آسکتے ہیں۔

یہ سزا تو قرآن مجید میں پروردگار عالم نے خود مقرر فرمائی ہے۔ جن ملکوں میں ان قرآنی سزاؤں پر عمل درآمد ہو رہاہے وہاں جرائم بھی کم ہیں۔ مثلاً سعودی عرب کی مثال لیجئے وہاں چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اس لئے وہاں جرم اب نہ ہونے کے برابر ہے۔

کسی بھی جرم کی سزا جو قرآن میں مقرر ہے اس کا نافذ نہ کرنا جرائم کو بڑھاوا دیتاہے۔ اس لیے تو بدامنی پھیلتی ہے۔ ایسی چوری جو دس درہم سے زائد ہو ثابت ہو جائے پر اس کی سزا داہنا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اگر چوری کرنیوالا باز نہ آئے تو بایاں ہاتھ کاٹنا ہے۔ اس سزا کا نفاذ ہو جائے تو چوری کرنے کی کسی کو جرات نہ ہو گی۔

پاکدامن پر تہمت لگانے پر اسی کوڑے کی سزا ہے، شراب نوشی کی سزا بھی اسی کوڑے ہے۔ اگر یہ سزائیں واقعی نافذ کر دی جائیں تو باقی لوگوں کے لیے عبرت کا نشان ثابت ہو جائے۔ حدود کا نفاذ ہی دوسرے لوگوں کے لیے عبرت کا نشان ثابت ہو سکتاہے۔ جس سے

معاشرے میں موجود منفی کرداروں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ وہ کسی سزا یافتہ کو دیکھ کر عبرت حاصل کر لیتے ہیں اور سچی توبہ کرکے راہ راست پر چل پڑتے ہیں۔

vii. امتیازات کا خاتمہ

حدود مقرر کرنے سے چھوٹے اور بڑے یعنی امیر اور غریب کا فرق بھی مٹ جاتا ہے۔ گناہ کرنیوالا امیر ہو یا غریب دونوں کے لئے ایک جیسی سزا ہے۔ قرآن نے اس فرق کو مٹایا کوئی طاقتور ہو یا کمزور اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب برابر ہیں۔ ایک مرتبہ ایک معزز قبیلے کی خاتون نے چوری کی تو آپ ﷺ کے پاس اسامہ کو سفارشی بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کی سفارش ماننے سے انکار کر دیا۔

حدثنا سعيد بن سليمان، حدثنا الليث، عن ابن شهاب، عن عروة، عن عائشة رضي الله عنها ان قريشا اهمتهم المراة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم رسول الله ﷺ، ومن يجترئ عليه، إلا اسامة بن زيد، حب رسول الله ﷺ، فكلم رسول الله ﷺ، فقال: اتشفع في حد من حدود الله، ثم قام فخطب، قال: يا ايها الناس إنما ضل من قبلكم، انهم كانوا إذا سرق الشريف تركوه، وإذا سرق الضعيف فيهم اقاموا عليه الحد، وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد ﷺ سرقت، لقطع محمد يدها۔[49]

"ہم سے سعید بن سلیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے لیث نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے بیان کیا، ان سے عروہ نے بیان کیا اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملہ میں کون بات کر سکتا ہے اسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ سے سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا؟ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تم اللہ کی حدوں میں سفارش کرنے آئے ہو۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا اور فرمایا "اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد) صلی اللہ علیہ وسلم (اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔"

آپ ﷺ نے نسل انسانی کے تمام امتیازات مٹا دیئے کوئی امیر ہو یا غریب، کمزور ہو یا طاقتور، گورا ہو یا کالا، جرم و گناہ، جزا و سزا میں سب برابر قرار دیئے۔ کسی بھی اعلیٰ یا گھٹیا طبقے کا فرق ختم کر کے سب کے لئے حدود کی پابندی لازم قرار پائی۔

قرآن مجید کی مقرر کردہ حدود میں یہ حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ سب انسان برابر ہیں۔ ان کے عہدے، ان کے دنیاوی درجات، امارت کہیں آڑے نہیں آتے کسی بھی رنگ و نسل یا قبیلے سے تعلق رکھنے والے ان حدود کے نفاذ سے انکار نہیں کر سکتے۔ کسی کا حسب و نسب، مال و دولت، حدود کے نفاذ میں برابر ہے۔ یہ حدود منشاء الٰہی پر مبنی ہیں۔ انہیں کسی عذر کی بناء پر تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش نہیں ہے۔

---

[49] Al-Bukhārī, Ḥadīth No. 6788.

حدثنا جعفر بن مسافر، ومحمد بن سليمان الانباري، قالا: اخبرنا ابن ابي فديك، عن عبد الملك بن زيد نسبه جعفر إلى سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل، عن محمد بن ابي بكر، عن عمرة، عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله ﷺ: اقيلوا ذوي الهيئات عثراتهم إلا الحدود۔[50]

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا” :صاحب حیثیت اور محترم وباو قار لوگوں کی لغزشوں کو معاف کر دیا کر وسوائے حدود کے “۔

یعنی حدود کے معاملے میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔[51]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔"

قرآن، مجید کی رو سے عزت و تکریم اور فضیلت کا معیار تقویٰ اور پرہیز گاری ہے کوئی معزز قبیلے سے ہو یا اعلیٰ قوم سے تعلق رکھتا ہو حدود کے نفاذ میں سب برابر ہیں۔

خلاصہ بحث

اسلام میں سزائیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو سب نوع انسانی کے لیے برابر ہیں جس میں امیر، غریب، عالم و جاہل، اعلیٰ و پست سب برابر ہیں ان کو حدود کہا جاتا ہے۔ اس میں حسب و نسب، رنگ و نسل، تہذیب و تمدن کے حوالے سے کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا اس میں کمی بیشی حرام ہے۔

تعزیر اس کی دوسری قسم ہے۔ اسکی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی بلکہ حاکم وقت مقرر کرتا ہے۔ یہ سزا جرم کے موافق ہوتی ہے۔ اس سزا سے مجرم کو باز رکھنا اور جرم چھڑوانا مقصود ہے نہ تو ایسی ہلکی سزا دی جائے کہ فائدہ نہ ہو۔ سزا جرم چھڑوانے کا ذریعہ ہے۔ نہ ہی اتنی شدید ہو کہ ظلم کی شکل اختیار کر جائے یہ سزا قید و بند سے لیکر جلاوطنی اور سزائے موت تک بھی ہو سکتی ہے۔ جتنا سنگین جرم ہو گا اتنی سخت سزا ہو گی۔

معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض گناہوں میں حد کا حکم دیا ہے اور وہ گناہ ہیں جو فسادات کی کئی کئی صورتوں کے جامع ہیں۔ اور ملک میں فساد برپا اور مسلمانوں کے اطمینان کا قلع قمع کرتے ہیں اور اولاد آدم کو نفسوں میں ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں جو مسلسل بھر کتا رہتا ہے اور ایسا شوق پیدا کرتے ہیں کہ دلوں میں پیوست ہو جانے کے بعد آدمی ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور ان سے اس قدر ضرر ہوتا ہے کہ مظلوم اکثر اوقات اس کو خود سے دفع نہیں کر سکتا اور گناہ کثرت سے لوگوں میں واقع ہونے لگتے ہیں۔ تو ایسے گناہوں کے لیے عذاب

---

[50] Sulaymān ibn al-Ash'ath ibn Isḥāq al-Azdī al-Sijistānī, As-Sunan, Ḥadīth No. 4375, 133:4.

[51] Al-Ḥujurāt 49:13.

آخرت سے ڈرانا کافی نہیں ہوتا۔ ان کے لیے سخت ملامت کا انتظام اور سزا کا اہتمام ضروری ہے تاکہ وہ ایسے گناہوں سے باز آسکیں۔ یعنی جتنا سخت گناہ ہے اتنی ہی سخت سزا و ملامت ہونی لازم ہے۔([52])

لِّلَّذِينَ أَحْسَنُواْ الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ وَلاَ يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلاَ ذِلَّةٌ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔وَالَّذِينَ كَسَبُواْ السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ مَّا لَهُم مِّنَ اللّهِ مِنْ عَاصِمٍ كَأَنَّمَا أُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔([53])

"ایسے لوگوں کے لئے جو نیک کام کرتے ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے، اور نہ ان کے چہروں پر (غبار اور) سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت و رسوائی، یہی اہلِ جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور جنہوں نے برائیاں کما رکھی ہیں (ان کے لئے) برائی کا بدلہ اسی کی مثل ہوگا، اور ان پر ذلت و رسوائی چھا جائے گی ان کے لئے اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں ہوگا (یوں لگے گا) گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔ یہی اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔"

گویا انسان اگر اپنی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزارتا ہے تو نہ صرف اس دنیا میں اس کے لیے کوئی سزا نہیں بلکہ آخرت میں بھی اس کے ثمرات ہی ثمرات ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ۔وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔([54])

"سو (ایک) دائیں جانب والے، دائیں جانب والوں کا کیا کہنا۔ اور (دوسرے) بائیں جانب والے، کیا (ہی برے حال میں ہوں گے) بائیں جانب والے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ۔([55])

"مجرم لوگ اپنے چہروں کی سیاہی سے پہچان لئے جائیں گے پس انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر کھینچا جائے گا۔"

ان آیات مبارکہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو جتنی برائی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں سزا بھگتے گا۔ میدان حشر میں نیکوکاروں کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور سیاہ کاروں اور کافروں کا بائیں ہاتھ میں، مومنوں کے چہرے روشن سفید اور تروتازہ ہوں گے۔ ان

[52] Shāh Walī Allāh, Ḥujjat Allāh al-Bālighah, 118:2.

[53] Yūnus 10:26-27.

[54] Al-Wāqiʿah 56:8-9.

[55] Ar-Raḥmān 55:41.

علامات سے وہ میدان حشر میں پہچان لیے جائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ ' کے انعامات دنیا اور آخرت دونوں میں چاہتے ہیں تو قرآن کے بنائے ہوئے راستوں پر چلیں۔

امت محمدیہ ﷺ بہترین امت ہے لہذا ضروری ہے کہ بہترین انسان بن کر زندگی گزاری جائے۔

ان کے علاوہ بہت سے قبیحہ اعمال ایسے ہیں جن کا ارتکاب کرنے پر سخت سزائیں قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ مثلاً توہین رسالت یعنی حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں نعوذ باللہ نازیبا الفاظ بولنے والے کے لیے سزائے موت ہے۔ اسی طرح بظاہر چھوٹی دکھنے والی غلطیاں بڑے بڑے گناہ کہلاتی ہیں۔ مثلاً چغلی کھانا، غیبت کرنا، کسی کا مذاق اڑانا، امانت میں خیانت کرنا، غرور و تکبر، والدین کی نافرمانی بے شمار ایسی غلطیاں جو ہر روز سرزد ہوتی ہیں حتی الوسع ان سے بچنا چاہیے کیونکہ یہ گناہوں میں شمار ہوتی ہیں اور ان کا عذاب بہت سخت ہے۔ قرآن مجید، فرقان حمید نے ان سے باز رکھنے کے لیے انسان کو جھنجھوڑا ہے تاکہ وہ تائب ہو کر اللہ کا پسندیدہ بندہ بن جائے۔

اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان حدود کا نفاذ کرائے اور ریاست میں اسلامی قوانین رائج کرائے تاکہ کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو اور مجرموں کو عبرت ناک سزا ملے۔ افراد معاشرہ امن و آشتی سے زندگی گزار سکیں سب کے جان و مال عزت و آبرو محفوظ ہو جائیں۔